چلتی ٹرین پر فرض و واجب
نمازوں کی ادائیگی کا حکم

(مجلس شرعی کے فیصلے کا تنقیدی جائزہ و علمی محاسبہ)

تصنیف

تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی **محمد اختر رضا خاں** قادری ازہری بریلی شریف

ترتیب و پیش کش

مفتی شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

باہتمام

شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ **محمد عسجد رضا خاں** قادری بریلی شریف

چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی

ادائیگی کا حکم

(مجلس شرعی کے فیصلے کا تنقیدی جائزہ وعلمی محاسبہ)

﴿تصنیف﴾

تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الھند، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

بریلی شریف

﴿ترتیب وپیش کش﴾

مفتی شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

﴿باہتمام﴾

شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد عسجد رضا خاں قادری بریلی شریف

﴾جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ﴿

نام کتاب: چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی کا حکم

(مجلس شرعی کے فیصلے کا تنقیدی جائزہ وعلمی محاسبہ)

مصنف: تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الھند، حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلی شریف۔

ترتیب وتقدیم: مفتی شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

حسب فرمائش: حضرت علامہ مفتی محمد شعیب رضا قادری، مرکزی دارالافتا بریلی شریف۔

باھتمام: شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد عسجد رضا خاں بریلی شریف

سن طباعت: صفر ۱۴۳۵ھ، دسمبر ۲۰۱۳ء۔

کمپوزنگ: محمد شاکر رضا امجدی متعلم درجۂ فضیلت جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

مطبع: رویل آفسیٹ انڈیا، دھلی

تعداد: ۵۰۰۰ (پانچ ہزار)

صفحات: ۴۰

﴿تقدیم﴾

مفتی شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی ان نابغۂ روزگار شخصیتوں میں سے ایک ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے بے شمار محاسن وکمالات سے سرفراز فرمایا، خاندانی وجاہت وکرامت، پاکیزہ اخلاق وسیرت، بحث وتحقیق کی اعلیٰ بصیرت، زبردست علمی استحضار وفنی صلاحیت، فصاحتِ بیان وبلاغت لسان پر حد درجہ قدرت، فقہ وافتا میں غیر معمولی مہارت وحذاقت جیسی صفات فاضلہ سے مزین وآراستہ فرمایا۔

آپ کے جود ونوال، فضل وکمال اور حسن وجمال کا ایک عالم معترف ہے، آپ کے پر کشش چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے دنیا بے چین رہتی ہے، جس آبادی سے گزر جاتے ہیں انسانوں کا ہجوم امنڈ پڑتا ہے، جس کانفرنس میں شریک ہوجاتے ہیں جملہ حاضرین کی توجہ کا مرکز بن جاتے ہیں۔ مسند تدریس پر بیٹھ کر حدیث کا درس دیں تو امام بخاری کی یاد تازہ ہوجائے، معقولات پڑھائیں تو امام رازی یاد آنے لگیں، دار الافتا میں بیٹھ کر مسائل شرعیہ کی تحقیق فرمائیں تو امام اعظم کا عکس جمیل نظر آئیں، فقہ حنفی کے اثبات واظہار اور ترجیح راجح پر محققانہ کلام فرمائیں تو آپ کی تحریروں پر امام بدر الدین عینی، امام طحاوی اور امام ابن الھمام کی تحریروں کا شبہ گزرنے لگے، بارگاہ رسالت کے گستاخوں کا رد وابطال فرمائیں تو امام احمد رضا کی جانشینی کا حق ادا فرمادیں۔ اس عبقری، نادر المثال، مجمع الفضائل اور جامع الصفات شخصیت کا نام ہے "محمد اختر رضا خاں"۔ جو تاج الشریعہ کے لقب سے مشہور اور علامہ ازہری سے معروف ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۴ رذی قعدہ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ رنومبر ۱۹۴۳ء بروز منگل، "رضا نگر" محلہ سوداگران، بریلی شریف میں ہوئی۔

آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے، تاج الشریعہ محمد اختر رضا خاں بن مفسر اعظم محمد ابراہیم

رضا خان عرف جیلانی میاں بن حجۃ الاسلام حامد رضا خان بن امام احمد رضا خان۔ آپ حضور مفتی اعظم ہند کے نواسے اور حضور حجۃ الاسلام کے پوتے ہیں۔ چار سال چار ماہ چار دن کی عمر میں آپ کے والد ماجد مفسر اعظم ہند نے بڑے اہتمام کے ساتھ رسم "بسم اللہ خوانی" کی تقریب منعقد کی جس میں دار العلوم منظر اسلام کے تمام طلبہ و اساتذہ کی پر تکلف دعوت ہوئی، تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند نے رسم "بسم اللہ خوانی" ادا فرمائی، آپ نے قرآن پاک ناظرہ اپنی مادر مشفقہ سے گھر ہی میں پڑھا، ابتدائی تعلیم آپ نے والد گرامی اور نانا جان کے علاوہ وقت کے دیگر نامور علما سے بھی حاصل کی، پھر دار العلوم منظر اسلام میں داخل ہوئے اور متوسطات سے لے کر منتھی کتابوں تک کا درس ماہرین فن اساتذۂ کرام سے لیا اور فرسٹ پوزیشن کے ساتھ فراغت پائی۔

منظر اسلام سے فراغت کے بعد ۱۹۶۳ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے جامعہ ازہر مصر تشریف لے گئے اور وہاں "کلیۃ اصول الدین" میں داخلہ لے کر تین سال تک حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، اور عربی زبان وادب میں کمال حاصل کیا۔ ۱۹۶۶ء میں جامعہ ازہر سے امتیازی پوزیشن کے ساتھ فراغت حاصل کی اور اسی موقع پر امتیازی نمبروں سے کامیاب ہونے کے صلہ میں (مصر کے سابق صدر) کرنل ناصر نے جامعہ ازہر ایوارڈ اور سند امتیاز پیش کیا، پھر دار العلوم منظر اسلام میں تدریس کے کام پر مامور ہوئے اور کامیابی کے ساتھ منتہی کتابوں کا درس دیا، تبلیغی اسفار اور بیعت وارشاد کی مصروفیات کے باعث ملازمت کا سلسلہ بہت دنوں تک جاری نہ رہ سکا مگر فتویٰ نویسی اور تصنیف و تالیف کا جو سلسلہ بعد فراغت جاری فرمایا تھا وہ اب تک جاری وساری ہے۔

حضور تاج الشریعہ کو بیعت وارادت کا شرف حضور مفتی اعظم ہند سے حاصل ہے، اور جب آپ کی عمر بیس سال کی تھی تو حضور مفتی اعظم ہند نے ۱۵ / جنوری ۱۹۶۲ء مطابق ۱۳۸۱ھ کو میلاد شریف کی ایک محفل میں آپ کو تمام سلاسل کی اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی جب کہ آپ کے والد ماجد مفسر اعظم ہند نے قبل فراغت ہی آپ کو اپنا جانشین بنا دیا تھا اور بطور سند ایک تحریر بھی قلم بند

فرمادی تھی ۲۰۰۹ء میں حضورتاج الشریعہ نے مصر کا تاریخی دورہ فرمایا تھا۔

۳؍مئی سے ۶؍تک مصر میں آپ کا قیام رہا اس موقع پر اللہ نے آپ کو جو عزت وشان وشوکت عطا فرمائی وہ شاید اب تک کسی ہندوستانی عالم کی حصہ میں نہ آئی ہوگی، مصر کے بڑے بڑے علماو مشائخ جن میں شیخ الازہر علامہ سید محمد طنطاوی، رئیس الجامعہ علامہ احمد طیب، پروفیسر طہ ابوبکر، دکتور صالح عبداللہ کامل، دکتور فتحی حجازی، دکتور احمد ربیع یوسف، دکتور حازم احمد محفوظ، جمال فاروق دقاق، علامہ محبوب حبیب، علامہ جلال رضا ازہری، پروفیسر عبد القادر نصار، علامہ حبیشی الدسوقی، علامہ سعد جاویش شامل ہیں ان حضرات نے مختلف مسائل اور موضوعات پر حضورتاج الشریعہ سے تبادلۂ خیالات کیا اور آپ کے علمی وتحقیقی جوابات سے حد درجہ مسرور ومتاثر ہوئے، ان کے علاوہ جامعہ ازہر، جامعہ عین شمس، جامعہ قاہرہ، جامعہ دول العربیہ، کے تقریبا ۴۵؍بڑے بڑے اساتذہ نے آپ سے اکتساب فیض کیا اور حدیث کی اجازتیں لیں، اسی سفر میں جامعہ ازہر کے ارباب حل وعقد نے حضورتاج الشریعہ کی خدمت میں آپ کی لیاقت وصلاحیت اور دینی خدمات کے اعتراف میں جامعہ ازہر کا سب سے بڑا ایوارڈ ''فخر ازہر ایوارڈ'' پیش کر کے اپنے جامعہ کا سر اونچا کیا۔

آپ نے متعدد بار حج ادا فرمایا اور تقریبا ہر سال رمضان المبارک میں عمرہ کی ادائیگی فرماتے رہتے ہیں۔امسال یہ شرف بھی آپ کو حاصل ہوا کہ ۱۰؍جون، ۲۰۱۳ء مطابق یکم شعبان ۱۴۳۴ھ بروز پیر چھ بج کر پانچ منٹ پر کعبہ شریف کے اندر داخل ہوئے اور نماز ادا کی، اس سعادت میں آپ کے صاحبزادۂ گرامی علامہ عسجد رضا خان بھی شریک رہے۔

آپ کے مریدین کی تعداد تین کروڑ سے متجاوز ہو چکی ہے، دنیا کے بیشتر ممالک بالخصوص انڈیا، پاکستان، بنگلہ دیش، ہالینڈ، انگلینڈ، جرمنی، فرانس، بلجیم، امریکہ، سرینام، ساؤتھ افریقہ، ملاوی، زمبابوے، تنزانیہ، موزمبیق، ماریشش، نیپال، عراق، ایران، ترکی، مصر، سعودیہ، سریلنکا،

لبنان، شام، وغیرہ میں ہزاروں ہزار، لاکھوں لاکھ کی تعداد میں پھیلے ہوئے ہیں۔

یوں تو آپ سینکڑوں اداروں، تنظیموں اور مدرسوں کے سرپرست ہیں، مگر جامعۃ الرضا بریلی شریف اور مرکزی دارالافتا بریلی شریف خاص آپ کے قائم کردہ ادارے ہیں جو بین الاقوامی شہرت کے مالک اور مرکزی حیثیت کے حامل ہیں۔

آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں اور اعلیٰ حضرت کی کئی کتابوں کا اردو اور عربی میں ترجمہ کیا، ذیل میں کچھ اہم کتابوں کے نام ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) مرأۃ النجدیہ بجواب البریلویۃ (عربی)

(۲) تحقیق ان ابا ابراھیم تارخ لا آزر (عربی)

(۳) الحق المبین عربی، اردو (دونوں زبانوں میں)

(۴) الصحابۃ نجوم الاھتداء (عربی)

(۵) حاشیۃ علی صحیح البخاری (عربی)

(۶) دفاع کنز الایمان (دو حصے اردو میں)

(۷) ازھر الفتاوی (مجموعہ فتاوی ۵/جلدوں میں)

(۸) ازھر الفتاوی (مجموعہ فتاوی ۲/حصے انگریزی میں)

(۹) رسالہ سد المشارع علی من یقول ان الدین یستغنی عن الشارع (عربی)

(۱۰) صیانۃ القبور (عربی)

(۱۱) ٹیوی، ویڈیو کا شرعی آپریشن (اردو)

(۱۲) ھجرت رسول (اردو)

(۱۳) شرح حدیث (اردو)

(۱۴) تین طلاقوں کا شرعی حکم (اردو)

(۱۵) ٹائی کا مسئلہ (اردو)

(۱۶) کنز الایمان کا دیگر تراجم سے تقابلی جائزہ (اردو)

(۱۷) آثار قیامت (اردو)

(۱۸)جشن عید میلاد النبی ﷺ (اردو)

(۱۹)سفینۂ بخشش نعتیہ دیوان (اردو)

(۲۰)نغمات اختر نعتیہ دیوان (عربی)

(۲۱)ترجمہ المعتقد المنتقد والمستند المعتمد (عربی)

(۲۲)تعریب "فضیلت صدیق اکبر"

(۲۳)تعریب "فقہ شہنشاہ وان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ"

(۲۴)تعریب "تیسیر الماعون للسکن فی الطاعون"

(۲۵)تعریب "اھلاک الوھابین علی توھین قبور المسلمین"

(۲۶)تعریب "الھاد الکاف فی حکم الضعاف"

(۲۷)تعریب "حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین"

(۲۸)تعریب "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح"

(۲۹)تعریب "عطایا القدیر فی حکم التصویر"

(۳۰)تعریب "شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام"

(۳۱)تعریب "الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء"

(۳۲)تعریب "قوارع القھار علی المجسمۃ الفجار"

(۳۳)تعریب "اراءۃ الادب لفاضل النسب"

(۳۴)تعریب "النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی القلید"

(۳۵)ترجمہ الزلال الانقی من بحر سبقۃ الاتقی"

نوٹ: نمبر۲۲/ سے نمبر۳۴/ تک ساری کتابیں اعلیٰ حضرت کی اردو تصانیف ہیں، تاج الشریعہ نے عربی زبان میں ان کا ترجمہ فرمایا جب کہ نمبر۳۵/ اعلیٰ حضرت کی عربی تصنیف ہے اور تاج الشریعہ نے اس کا اردو میں ترجمہ فرمایا ہے۔

زیر نظر مقالہ میں مجلس شرعی کے اس فیصلہ کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا گیا ہے جس میں یہ طے کیا گیا کہ "موجودہ ریلوے نظام کے تحت چلنے والی ٹرینوں میں جب وہ چل رہی ہوں اس وقت بھی فرض وواجب نمازوں کی ادائگی جائز وصحیح ہے اور بعد میں ان کا اعادہ نہیں" اس فیصلہ کے اثبات

میں دو دلیلیں ذکر کی گئیں۔

پہلی دلیل: اس کی ایک دلیل خود اعلی حضرت قدس سرہ کی مذکورہ بالا عبارت ہے۔ اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب وسنت میں اگر چہ معتبر نہیں مگر عبارت فقہاو کلام علما میں ضرور معتبر ہے۔

"(ٹرین) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا۔" (فتاوی رضویہ، ج: ۳، ص: ۴۴، سنی دار الاشاعت مبارکپور)

اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جہۃ العباد ہونے کا حکم ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ "اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جہۃ العباد نہیں۔"

خود اسی عبارت سے مفہوم ومستفاد ہوا کہ اب ٹرین چوں کہ کسی فرد یا افراد کے کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو منع من جہۃ العباد نہ رہا لہذا چلتی ٹرین پر ادائے نماز کے بعد اعادۂ نماز کا حکم بھی نہ رہا۔ (نقل فیصلہ مجلس شرعی مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳ء)

حضور تاج الشریعہ نے اعلی حضرت کی عبارت کے مفہوم مخالف سے استدلال کرنے پر کئی جہتوں سے مضبوط گرفت فرمائی اور یہ واضح فرمایا کہ یہاں مفہوم مخالف ہے ہی نہیں، اور مفہوم موافق چھوڑ کر مفہوم مخالف کے پیچھے دوڑنا کسی کے نزدیک صحیح نہیں، اس عبارت کا مفہوم موافق یہ ہے کہ ٹرین روکنا اس محکمہ کے اختیار میں تھا تو انگریزوں کے معمولی کام کے لئے ٹرین روکتے تھے اور مسلمانوں کے اہم دینی فریضے کے لئے نہیں روکتے تھے، اور یہی صورت حال آج بھی ہے یعنی ٹرین کا روکنا اپنے اختیار میں ہے، قانون اسی اختیار سے بنے ہیں، نماز کے لئے ٹرین نہ روکنا اسی اختیار سے ناشی ہے یہ نہیں کہ ٹرین کوئی شریر چوپایہ ہے جسے اپنے قابو میں کرنا دشوار ہے، منع من جہۃ العبد

ہونے کے لئے یہ کب ضروری ہے کہ خاص فرد یا افراد کے حق میں ممانعت ہو، اگر ممانعت عام ہو تو منع من جہۃ العبد نہ رہے؟ کتب اصول سے یہ دکھایا جائے کہ منع عام اگر چہ منع من جہۃ العبد ہو تو عذر مکتسب نہ ٹھہرے گا۔

حضور تاج الشریعہ نے فتاوی رضویہ کی درج ذیل عبارت "ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے تیمم کرے لانہ کالمحبوس فی معنی العجز مگر ۵۶ر سے یہاں تک ان پانچوں صورتوں میں جب پانی پائے، طہارت کر کے نماز پھیرے لان المانع من جہۃ العباد (ج:۱،ص:۶۱۴ باب التیمم) سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ دروازہ بند ہونے سے جو وقت درپیش ہے کیا صرف ایک فرد خاص کو ہے باقی ضرورت مندوں کو وقت درپیش نہیں؟ ظاہر ہے کہ دوسروں کو بھی اس سے دقت ہو سکتی ہے؟ تو یہ دوسرے کے حق میں بھی مسلمان ہو خواہ کافر عام دقت کا باعث ہے تو کیا اس وجہ سے عذر سماوی ہو جائے گا؟ یہ کہاں ہے کہ منع من جہۃ العبد جبھی ہوگا جب ایک فرد خاص یا چند افراد کے حق میں ہو اور اگر آدمی اپنے اختیار سے عام ممانعت کرے تو منع سماوی ہو جائے گا یہ محتاج نقل ہے اس پر صریح جزئیہ درکار ہے۔

حضور تاج الشریعہ کے استدلال کا حاصل یہ ہے کہ عام ممانعت کے ضمن میں بھی خاص نماز سے روکنا اگر پایا جائے تو یہ منع من جہۃ العباد ہے اور اس صورت میں بھی حکم یہی ہے کہ چلتی ٹرین پر حسب امکان نماز پڑھ لے پھر بعد میں اعادہ کرے جیسا کہ اعلی حضرت کی عبارت منقولہ بالا سے ظاہر ہے اور یہی صورت حال موجودہ ریلوے نظام کے تحت چلنے والی ٹرینوں میں بھی ہے کہ نہ نماز کے لئے روکی جاتی ہے نہ کسی کے کھانے کے لئے یہاں بھی عام ممانعت کے ضمن میں نماز سے روکنا پایا جا رہا ہے اس لئے یہاں بھی حکم وہی ہوگا جو اوپر مذکور ہوا یعنی حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ۔

دوسری دلیل: فتاوی رضویہ ج:۱(ص:۶۱۴) میں پانی سے عجز کی ۱۷۵/صورتوں کے ذکر اور جواز تیمم کے بیان میں صورت نمبر ۶۰/ کے تحت ہے: "اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں۔ اور یہ نمبر ۳۴/ ہے، (نمبر ۳۴/ یہ ہے: کہ مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جانے کا نہیں، نہ یہاں کوئی محافظ، اگر پانی لینے جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ جب کہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو، ص:۶۱۳) اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے

اوراعادہ نہیں۔ یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔ (نمبر آئندہ یہ ہے:) نمبر ۶۱/ پانی میل سے کم مگراتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہو جائے گا۔ (ص:۶۱۴)

کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے تو اتر کر نماز پڑھنے میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اور اعادہ نہیں۔ قافلہ چھوٹ جانے یا نگاہ سے غائب ہو جانے کے باعث نمازی کو جو پریشانی ہوتی وہ مال جانے اور ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لئے یہاں بھی جواز بلا اعادہ کا حکم ہے۔ یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے،،۔

(متن فیصلہ مجلس شرعی مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳ء)۔

اس پر حضور تاج الشریعہ نے یہ فرمایا کہ: نمبر ۶۰/ کی وہ صورت جسے آپ نے ذکر نہ کیا یعنی ''ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں۔ الخ'' اگر کوئی یہ کہے کہ چلتی ٹرین میں بدرجۂ اولیٰ یہی صورت متحقق ہے یعنی مصلی بروجہ صحیح نماز ادا کرنے سے قاصر ہے حالاں کہ بشری ضروریات سب ڈبے میں مہیا ہیں مگر وہ اس کے باوجود کالمحبوس فی معنی العجز ہے تو اب منع من جھۃ العباد کیوں نہیں؟ اور اکراہ ملجی کے تحقق سے یہاں کونسی چیز مانع ہے؟ کیا ڈرائیور ٹرین روک سکتا ہے؟ نہیں، تو کیا اسے قید وسزا کا خوف در پیش نہیں؟ یوں ہی مسافر چین کھینچ کر گاڑی روکنا چاہے تو کیا سزا نہ بھگتے گا؟ اب اس دعوے کی خبریں کہئے کہ نہ یہاں منع مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب، چین پولنگ کی رخصت معمولی ہنگامی حالات میں ہے مگر نماز کے لئے نہیں کیا یہ نمازی کے حق میں منع خاص نہیں؟ اب ذرا اس منع عام کی خبریں کہئے جس کی بنا پر ٹرین کا نہ رکنا سب کے حق میں منع تھا اور اسے منع سماوی قرار دیا جاتا، حالاں کہ یہ قطعاً مکتسب ہے کہ بندے کے فعل کو اس میں دخل ہے، سماوی کی تعریف اس پر صادق نہیں ومن ادعی فعلیه البیان۔

چلتی ریل گاڑی جو مسلسل کئی گھنٹہ چلتی ہے اس میں ریل سے اترنے کی نوبت کب آئے گی؟ اور جب یہ نوبت نہ آئے گی تو مال گنوانے یا جان جانے کا خوف کیوں کر متحقق ہوگا؟ پھر جب بشری ضروریات اب ریل میں مہیا ہیں تو پانی وغیرہ کے لئے اترنے کی ضرورت ہی کب ہوگی اور

جب ریل میں وہ صورت درپیش نہیں جو صورت قافلے میں ہوتی تھی تو ریل قطعا قافلے سے جدا ہے ،قافلے سے اس کا الحاق کیا معنی ؟ یہ الحاق اعلی حضرت امام اہل سنت وغیرہ اکابر اہل سنت کو نظر نہ آیا ،آپ کو یہ سوجھا! بہر حال یہ قیاس مع الفارق نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر یہ رخصت بشرط استمرارِ خوف خاص تیمم کے لئے ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خوف از اول تا آخر مستمر ہو تو نمازی کو رخصت ہے کہ تیمم کرکے کھڑی ہوئی سواری پر نماز پڑھ لے نماز صحیح ہو جائے گی جب کہ سواری زمین سے متصل باتصال قرار ہو، دابہ پر یوں ہی اس گاڑی پر جس کا اگلا حصہ دابہ پر رکھا ہو نماز نہ ہوگی جب کہ اتر کر نماز پڑھنا ممکن ہو، یعنی اس سے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو، دابہ اگر چل رہا ہے تو اس پر نماز فرض بے تحقق عذر، صحیح نہیں، لہذا اگر اس کو ٹھہرانا ممکن ہو اور زمین پر نماز پڑھنا میسر نہ ہو تو ضروری ہے کہ اسے ٹھہرا کر نماز پڑھے۔ یہ حکم اس نمازی کے حق میں کیوں کر منسحب ہوگا جس کی سواری زمین سے متصل باتصال قرار ہو اور اس سواری کو روکنا ممکن ہو بایں طور کہ اسے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو ،ریل کا روکنا بندوں کے اختیار میں ہے تو رکی ہوئی ریل پر نماز پڑھنا اس اعتبار سے ممکن ہے اس سے مانع وہ خوف نہیں جو بندے کے دل میں اللہ نے براہ راست ڈالا بلکہ وہ خوف ہے جو اس کے دل میں بندے کی وعید سے پیدا ہوا، دونوں خوفوں میں فرق ہے، ایک عذر سماوی ہے مانع من جانب اللہ ہے، دوسرا عذر مکتسب ہے بالفاظ دیگر مانع من جھۃ العبد ہے، دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، پھر مختلف کو مختلف پر قیاس کرنا کیا معنی؟

حضور تاج الشریعہ نے اپنے مختصر مقالہ میں مجلس شرعی کے فیصلے کے ہر حصہ پر مضبوط گرفت فرمائی ہے، اور ان کے دلائل کا مختلف حیثیتوں سے منصفانہ جائزہ و علمی محاسبہ فرمایا ہے، اہل علم تاج الشریعہ کے مقالہ کو بغور پڑھیں ان شاء اللہ اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ ریلوے نظام میں تبدیلی و ترقی کے باوجود ٹرینوں کا چلنا اور رکنا اختیار عبد سے باہر نہیں، خاص نماز سے روکنے کا قانون اگر چہ

نہ بنایا گیا ہو مگر ممانعت کے عام قانون کے تحت نماز سے روکنا بھی ضرور متحقق ہے، اس لئے نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار دینا صحیح و درست ہے، اس لئے اس دور میں بھی مانع من جہۃ العبد ہے، لہذا چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی کا وہی حکم ہوگا جو اعلی حضرت کے دور میں تھا، بنیاد کی تبدیلی کے بغیر حکم کی تبدیلی کا فیصلہ فتاوی رضویہ کی موافقت نہیں بلکہ مخالفت ہے۔ اسی لئے شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سیمینار میں باتفاق مندوبین یہ طے پایا کہ اعلی حضرت قدس سرہ کے فتوے کو برقرار رکھا جائے، اس سے عدول کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں۔

مگر لمحہ فکریہ یہ ہے کہ الگ الگ سیمیناروں میں ایک ہی مسئلہ سے متعلق دو طرح کا فیصلہ آجانے سے عوام میں زبردست انتشار پیدا ہو رہا ہے۔ جس سے جماعتی سطح پر نقصان ہو رہا ہے۔

سیمیناروں کے انعقاد کا مقصد تو یہ تھا کہ نو پید مسائل میں علمائے کرام ومفتیان عظام کے درمیان کسی ایک رائے پر اتفاق پیدا کیا جائے تا کہ تمام دارالافتا سے ایک ہی طرح کا فتوی جاری ہو اور عوام مسلمین نو پید مسائل میں مکمل شرح صدر کے ساتھ اپنے علما کے فیصلے پر عمل کر سکیں۔

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تمام ذمہ دار علما وفقہا حساس مسائل میں مل بیٹھ کر فریقین کے دلائل کا علمی جائزہ لینے کے بعد ایک فیصلہ پر متفق ومتحد ہو جائیں تا کہ عوام ذہنی کشمکش سے نجات پا سکیں، ایسا ہو سکتا ہے اور ضرور ہو سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ ہم ذاتی مفاد سے اوپر اٹھ کر مذہب ومسلک کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے اخلاص کے ساتھ اختلافی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

جہاں تک حضور تاج الشریعہ اور حضور محدث کبیر کا سوال ہے تو ان بزرگوں نے ہمیشہ مثبت رد عمل کا اظہار کیا ہے اور تمام اختلافی مسائل پر کھلے دل سے گفتگو کرنے پر ہمیشہ آمادگی ظاہر کی ہے، بلکہ محدث کبیر نے ایک مجلس میں جس میں مفتی اختر حسین قادری دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی اور مفتی محمد عالمگیر رضوی دارالعلوم اسحاقیہ جودھ پور کے علاوہ راقم الحروف بھی موجود تھا اپنی فراخ دلی

وکشادہ ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ جن لوگوں نے میری شان میں گستاخیاں کی ہیں میں ان کو نظر انداز کرتا ہوں، میری طرف سے ان سے کوئی تعرض نہیں، لیکن دینی معاملات میں جو بے احتیاطی ہو رہی ہے اور نئی تحقیق کے نام پر شرعی مسائل میں اعلی حضرت قدس سرہ سے بغیر کسی معقول وجہ کے جو اختلاف کیا جا رہا ہے ان کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا، اس طرح کے دینی وشرعی مسائل پر سنجیدہ گفتگو کے لئے میں ہر وقت تیار ہوں، میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ جماعت میں انتشار واختلاف کا ماحول برپا ہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جو بھی گفتگو ہوگی حضور تاج الشریعہ کی موجودگی وسرپرستی میں ہوگی ان کی عدم موجودگی میں کوئی گفتگو نہیں ہو سکتی۔ قارئین خود فیصلہ کریں کہ حضور محدث کبیر کا ذہن کس قدر مثبت وتعمیری ہے اس کے باوجود اگر کوئی ان اختلافات کا ذمہ دار حضور محدث کبیر کو ٹھہراتا ہے تو سراسر غلط ہے اور ایسا کرنے والا تعصب وتنگ نظری اور بغض وحسد کا شکار ہے۔

اللہ رب العزت ایسے لوگوں کی اصلاح فرمائے۔

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے اس کتاب میں جو موقف اختیار فرمایا ہے ہزاروں علما نے اس موقف کی تائید وتصدیق کی ہے، بخوف طوالت ان علما ومفتیان کرام کے اسمائے گرامی کو اس کتاب میں شائع نہیں کیا گیا ہے، مفتی ناظر اشرف صاحب قادری کی کتاب "سیف الاسلام علی مقالۃ الظلام" اور ماہنامہ سنی آواز ناگپور کے "چلتی ٹرین نمبر" میں ان ناموں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو شریعت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے دلوں میں اکابر کی محبت وعظمت پیدا فرمائے اور حضور تاج الشریعہ وحضور محدث کبیر کو صحت کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔

آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین

شمشاد احمد مصباحی

خادم: جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

﴿چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی کا شرعی حکم﴾

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم و آلہ وصحبہ الکرام اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

زیر نظر مقالہ "چلتی ٹرین پر نماز کی ادائیگی" کے بارے میں ایک فیصلے سے متعلق ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب حقیقی وحکمی ادا ہو جائیں گے بعد میں اعادے کی حاجت نہیں، اعلی حضرت قدس سرہ نے منع من جہۃ العباد کے سبب انگریزوں کے دور میں چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی درست نہ ہونے کا جو حکم دیا تھا وہ اُس دور کے لحاظ سے تھا اور فیصلے میں مندرج حکم بزعم خود اعلی حضرت کی عبارت کے مفہوم مخالف سے نکالا اور یہ دعوی کیا کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائے گی صحیح ہے، یہ خود تصریحات اعلی حضرت سے ثابت ہے۔

فیصلے کی نقل درج ذیل ہے، پہلے اسے بغور پڑھ لیں، پھر میری تجزیاتی تحریر و تحقیقی مضمون کا مطالعہ کریں، انشاءاللہ تعالی میرے مختصر مقالے سے ان کے استدلال کی کمزوری اور ان کے دعووں کا حال آشکار ہو جائے گا، اور یہ بات اظہر من الشمس ہو جائے گی کہ اعلی حضرت قدس سرہ نے جس بنیاد پر اپنے دور میں چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی سے متعلق عدم جواز کا فتوی صادر فرمایا تھا وہی بنیاد اب بھی برقرار ہے، اس لئے وہی حکم اب بھی برقرار رہے گا۔ بنیاد کی تبدیلی کے بغیر حکم کو بدلنا ضرور اعلی حضرت کی مخالفت، اور تصریحات اعلی حضرت کے خلاف ہے۔

متفقہ فیصلے

﴿چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں جائز وصحیح ہیں، یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے﴾

دوسری، تیسری، چوتھی نشست: ۶/ ۷/ رجب ۱۴۳۴ھ، ۱۸/ ۱۷/ مئی ۲۰۱۳ء، شنبہ، یک شنبہ

﴿اجمالی فیصلہ﴾

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلیاً﴾

اس بات پر جملہ مندوبین کرام کا اتفاق ہے کہ موجودہ ریلوے نظام کے تحت چلنے والی ٹرینوں میں جب وہ چل رہی ہوں اس وقت بھی فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی جائز وصحیح ہے اور بعد میں ان کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم

اس پر تمام مندوبین نے دستخط ثبت فرمائے۔ پھر بعد میں ذرا تفصیل کے ساتھ یہ فیصلہ یوں تحریر ہوا:

﴿تفصیلی فیصلہ﴾

(مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے بیسویں فقہی سیمینار)

(منعقدہ ۶/ ۷/ ۸/ رجب ۱۴۳۴ھ/ ۱۷/ ۱۸/ ۱۹/ مئی، جمعہ، سنیچر، اتوار، بمقام جامعۃ البرکات علی گڈھ)

﴿چلتی ٹرین پر فرض نمازوں کا حکم﴾

[اس عنوان کے تحت سوال نامہ میں یہ تفصیل دی گئی کہ فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے زمین یا تابع زمین پر استقرار اور اتحاد مکان (تمام ارکان کی ایک جگہ ادئیگی) شرط ہے۔ مگر جب کوئی مانع درپیش ہو تو حکم بدل جاتا ہے۔ اگر یہ مانع یا عذر، سماوی ہے تو دونوں شرطوں کے فقدان کے باوجود فرض وواجب کی ادائیگی صحیح ہوگی اور بعد میں اس نماز کا اعادہ بھی نہیں۔ لیکن، مانع اگر ایسا ہے جو کسی بندے کی جانب سے ہے اور وہ براہ راست یا بطور سبب قریب صحیح

طریقے پر ادائے نماز سے روک رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ بحالت مانع جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے۔

چلتی ٹرین میں استقرار علی الارض کی شرط مفقود ہے۔ہاں اگر ٹرین رکی ہوئی ہو تو وہ تخت کی طرح زمین پر مستقر ہے اور اس پر نماز صحیح ہے] چلتی ٹرین میں استقرار سے مانع براہ راست بندہ ہے یا یہ بندے کے اختیار سے نکل کر مانع سماوی قرار پا چکا ہے؟ بصورت اول چلتی ٹرین میں ادائیگی کے بعد اعادہ واجب ہے، بصورت دوم ادائیگی کے بعد اعادہ نہیں۔

اعلی حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے ۱۹۲۱ء میں یہ لکھا تھا کہ "(ریل) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا۔اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے"۔(فتاوی رضویہ ج:۳،ص:۴۴،سنی دارالاشاعت مبارکپور)

بھارتیہ ریلوے کی تاریخ اور ریلوے نظام کی تبدیلی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ آزادی ہند سے پہلے کچھ پرائیویٹ کمپنیاں ٹرین چلاتی تھیں، یہ ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہوتی تھیں، ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اس لئے نمازی اس پر مجبور تھے کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض وواجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں، چلتی ٹرین پر پڑھنے میں استقرار کی شرط مفقود ہوتی اور اس سے مانع یہ پرائیویٹ کمپنیاں تھیں، جنھوں نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی اس لئے اعلی حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جہۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔

آزادی کے بعد ریلوے نظام پرائیویٹ کمپنیوں کے ہاتھ سے نکل کر خود حکومت کے

ہاتھوں میں آ گیا۔ حکومت نے منزل تک جلد پہونچانے اور مسافروں کی راحت رسانی کے خیال سے ایسی ٹرینیں چلائیں جن میں اسٹاپ کم سے کم ہو اور مسافروں کی بشری ضروریات کی فراہمی خود ٹرین میں مکمل کرنے کی کوشش کی۔ اب جہاں کہیں ٹرینیں رکتی ہیں تو سب کے لئے، جہاں نہیں رکتی تو کسی کے لئے نہیں۔ یہ صورت حال زمانہ اعلیٰ حضرت کے حال سے مختلف ہے اس لئے آج حکم بھی مختلف ہوگا، جب ٹرین کسی فرد یا قوم یا جماعت کے خاص کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو خاص نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار نہیں دیا جا سکتا، کم از کم اتنا ضرور ماننا ہوگا کہ وہ منع نماز کا نہ مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب۔ اس لئے یہ منع اب منع من جھۃ العباد نہ رہا۔

اس کی ایک دلیل خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی مذکورہ بالا عبارت ہے۔ اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب وسنت میں اگر چہ معتبر نہیں مگر عبارت فقہا وکلام علما میں ضرور معتبر ہے۔ "(ٹرین) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جھۃ العباد ہوا۔" (فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۴۴، سنی دارالاشاعت مبارکپور)

اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جھۃ العباد ہونے کا حکم ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ "اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جھۃ العباد نہیں۔"

خود اسی عبارت سے مفہوم و مستفاد ہوا کہ اب ٹرین چوں کہ کسی فرد یا افراد کے کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو منع من جھۃ العباد نہ رہا لہٰذا چلتی ٹرین پر ادائے نماز کے بعد اعادۂ نماز کا حکم بھی نہ رہا۔

دوسری دلیل: فتاوی رضویہ جلد اول (ص:۶۱۴) میں پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتوں کے ذکر اور جواز تیمم کے بیان میں صورت نمبر ۶۰ کے تحت ہے: اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں۔ اور یہ نمبر ۳۴ ہے،

(نمبر ۳۴ یہ ہے: مال پاس ہے اپنا خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جانے کا نہیں، نہ یہاں کوئی محافظ، اگر پانی لینے جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ جبکہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو، ص: ۶۱۳) اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اعادہ نہیں۔ یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔ (نمبر آئندہ یہ ہے:)

نمبر ۶۱ پانی میل سے کم مگر اتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہو جائے گا۔ (ص: ۶۱۴)

کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے تو اتر کر نماز پڑھنے میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اور اعادہ نہیں۔ قافلہ چھوٹ جانے یا نگاہ سے غائب ہو جانے کے باعث نمازی کو جو پریشانی ہوتی وہ مال جانے یا ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لئے یہاں بھی جواز بلا اعادہ کا حکم ہے۔ یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے۔

الحاصل: موجودہ حالات میں چلتی ٹرین پر سنن ونوافل کی طرح فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی بھی صحیح ہے اور ان کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[سوال: چلتی ٹرین پر کسی نے اول وقت، یا درمیان وقت میں نماز پڑھ لی جبکہ اسے امید ہے کہ آخر وقت تک ٹرین رکے گی اور اسے زمین پر اتر کر یا رکی ہوئی ٹرین پر نماز پڑھنے کا موقع مل جائے گا تو اس کی پڑھی ہوئی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص کی نماز صحیح ہے، اسے بعد میں دہرانے کی حاجت نہیں، کیوں کہ نماز کا وقت نماز کے لئے "ظرف" ہے۔ "معیار" نہیں، اور نماز کا سبب اس کے وقت کا وہ حصہ ہے جو نماز کی ادائیگی سے متصل ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے تو اس نمازی نے سبب پائے جانے کے ساتھ نماز ادا کی اور چوں کہ عذر سماوی کی بنا پر بعض شرائط کی تکمیل

سے قاصر تھا اسلئے اسکی نماز ہوگئی اور اعادہ کی حاجت نہیں کیوں کہ نمازی، نماز کے ارادہ اور آغاز ادا کی حالت کے اعتبار سے ہی شرائط وارکان کی ادائیگی کا مکلف ہوتا ہے اور اس نے اپنی موجودہ قدرت کے اعتبار سے نماز ادا کر لی ہے۔ البتہ اس کے لئے نماز کو آخری وقت تک موخر کرنا مستحب ہے۔ اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ مسافر کو جب آخری وقت تک پانی ملنے کا یقین یا ظن غالب ہو تو اسکے لئے تیمم کو آخری وقت تک موخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں لہذا اگر وہ آخری وقت کا انتظار کئے بغیر اس سے پہلے ہی تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو نماز صحیح ہے۔ اور وقت کے اندر پانی مل جانے کے بعد اس کو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں۔ ردالمحتار میں ایسا ہی ایک دوسرا مسئلہ بھی ہے۔

(ملاحظہ ہو تنویر الابصار، در مختار، رد المحتار باب التیمم۔ ج:۱،ص:۲۷۰، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، باب الوتر والنوافل، ج:۲،ص:۴۹۰، دارالکتب العلمیہ، بیروت طبع ثانی)]

(نقل فیصلہ مجلس شرعی مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ شمارہ جولائی ۲۰۱۳ء)

قولہ: اس کی ایک دلیل خود اعلی حضرت قدس سرہ کی مذکورہ بالا عبارت ہے۔ اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب وسنت میں اگر چہ معتبر نہیں مگر عبارت فقہا وکلام علما میں ضرور معتبر ہے "(ٹرین) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا"۔ (فتاوی رضویہ ج:۳،ص:۴۴، سنی دارالاشاعت مبارکپور)

اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جہۃ العباد ہونے کا حکم ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہوا کہ "اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جہۃ العباد نہیں" خود اسی عبارت سے مفہوم ومستفاد ہوا کہ اب ٹرین چوں کہ کسی فرد یا افراد کے کام کے لئے نہیں روکی جاتی تو منع من جہۃ العباد نہ رہا"

متن فیصلہ مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳ء۔

اقول: مفہوم مخالف کی طرف اتنی جلدی کیوں دوڑے، اس عبارت کا ایک مفہوم وہ بھی تو ہے جو ذہن کی طرف سبقت کرتا ہے نفس جس کو فوراً قبول کرتا ہے اس متبادر مفہوم کا نام مفہوم موافق رکھئے، اور وہ یہ ہے کہ ٹرین روکنا اس محکمہ کے اختیار میں تھا تو انگریزوں کے معمولی کام کے لئے ٹرین روکتے تھے اور مسلمانوں کے اہم دینی فریضے کے لئے ٹرین نہیں روکتے تھے، مفہوم موافق کے ہوتے مفہوم مخالف پر عمل کی کس نے ٹھہرائی؟ یہی صورت آج بھی موجود ہے یعنی ٹرین کا روکنا اپنے اختیار میں ہے، قانون اسی اختیار سے بنے ہیں، نماز کے لئے ٹرین نہ روکنا اسی اختیار سے ناشی ہے یہ نہیں کہ ٹرین کوئی شریر چوپایہ ہے جسے اپنے قابو میں کرنا دشوار ہے، منع من جهۃ العبد ہونے کے لئے یہ کب ضروری ہے کہ خاص فرد یا افراد کے حق میں ممانعت ہو، اگر ممانعت عام ہو تو منع من جهۃ العبد نہ رہے گا؟ کتب اصول سے یہ دکھایا جائے کہ منع عام اگر چہ من جهۃ العبد ہو عذر مکتسب نہ ٹھہرے گا بلکہ عذر سماوی ہو جائے گا۔ فتاوی رضویہ میں یہ عبارت بھی تو تھی "ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں اور دروازہ بند ہے (اور کوئی کھولنے نہیں دیتا لہذا پانی کے لئے اترنے پر قدرت نہیں۔ ازہری غفرلہ) تیمم کرے لانہ کالمحبوس فی معنی العجز، مگر ۵۶/ سے یہاں تک ان پانچوں صورتوں میں جب پانی پائے طہارت کر کے نماز پھیرے لان المانع من جهة العباد اور اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں اور یہ نمبر ۳۴/ ہے اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔ (۶۱۴/۱)

نمبر ۳۴/ اور نمبر آئندہ کی صورتیں ذکر کیں اس عبارت کو کیوں نظر انداز کر گئے "دروازہ بند ہے" اس وجہ سے جو دقت درپیش ہے کیا صرف ایک فرد خاص کو ہے باقی ضرورت مندوں کو دقت درپیش نہیں؟ ظاہر ہے کہ دوسروں کو بھی اس سے دقت ہو سکتی ہے؟ تو یہ دوسروں کے حق میں بھی مسلمان ہو خواہ کافر عام دقت کا باعث ہے، تو کیا اس وجہ سے عذر سماوی ہو جائے گا؟ عام دقت نہ سہی، اسی فرد خاص کے حق میں دقت سہی؟ مگر یہ کہاں ہے کہ منع من جهۃ العبد جب بھی ہوگا جب ایک فرد خاص یا

چند افراد کے حق میں ہو اور اگر آدمی اپنے اختیار سے عام ممانعت کرے تو منع سماوی ہو جائے گا یہ محتاج نقل ہے اس پر صریح جزیہ درکار ہے بالفاظ دیگر دروازہ کسی فرد خاص کے لئے بند نہ کیا گیا بلکہ ڈبے میں موجود عام افراد پر دروازہ بند کیا گیا جیسا کہ ظاہر ہے تو کیا آپ کے طور پر یہ سرے سے مانع من جہۃ العبد نہ ہوگا، لہٰذا تیمم سے جو نماز پڑھی اس کے اعادے کی ضرورت نہ ہوگی، یا اعادہ ضروری ہوگا، بر تقدیر ثانی خاص نمازی کے حق میں کیا منع من جہۃ العبد نہیں، اس کے حق میں یہ منع ،عام ممانعت سے آیا؟ آپ کی طرف سے اس کو تسلیم کئے جانے کا حاصل کیا یہ نہیں کہ منع من جہۃ العبد براہ راست کسی فرد خاص کے حق میں ہو یا یہ ممانعت بندے کی طرف سے عام ممانعت کے ضمن میں آئے بہر حال منع من جہۃ العبد ہے اگر یہ حاصل ہے اور ضرور یہی حاصل ہے تو انگریزوں کے زمانے اور آج کے زمانے میں فرق کا کیا حاصل ،اور خاص ایک فرد کے حق میں یا چند افراد کے حق میں ممانعت اور عام ممانعت کیا مفید؟ بالآخر یہ عام ممانعت خاص مسلمانوں کے اہم دینی فریضے میں کیا خلل انداز نہیں؟ اور ان کو بر وجہ صحیح نماز ادا کرنے سے مانع نہیں؟ ہے، اور ضرور ہے۔

فانهدم البناء وزالت التفرقة فالحكم هو هو سواء بسواء.

بر تقدیر اول اگر فتاوی رضویہ میں مذکور یہ حکم آپ کو تسلیم نہ تھا تو اس سے کیوں کنی کاٹ گئے؟ کیوں نہیں اس کو ذکر کیا؟ اور اس کو ذکر کرنے کے بعد دلیل سے اس کو رد کیوں نہ کیا؟

(خیالی) مفہوم مخالف کے پیچھے تو اس لئے پڑے کہ منع خاص و عام کا تفرقہ ٹھہرا کر تغیر زمانہ کی بنا پر یہ جما دیں کہ اب اس زمانے میں حکم بدل گیا ہے۔ ذرا اعلیٰ حضرت کی عبارت پر غور کیجئے ،اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: ''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہۃ العباد ہوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے''۔ (فتاوی رضویہ، ج:۳، ص:۴۴)

اب بتایا جائے ''تو منع من جہۃ العباد ہوا'' کا تعلق اقرب مذکور سے ہے جو بلا فصل اس سے لگا ہوا ہے یعنی ''نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)'' کہ جملہ اخیرہ ''تو منع من جہۃ العباد ہوا'' سے

مرحط اور متصل ہے یا جملہ ''تو منع من جھۃ العباد ہوا'' کا تعلق ابعد مذکور سے ہے جس کے درمیان ''نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)''، فاصل ہے۔ بر تقدیر ثانی ابعد مذکور کو اختیار کرنے کی کیا وجہ ؟ حالاں کہ جملہ ''نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)'' اس کو منفصل کر رہا ہے کیا ان دونوں جملوں میں یعنی ''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے'' اور ''منع من جھۃ العباد ہوا'' میں کوئی ربط ہے؟ اگر ہے تو بالدلیل واضح کیا جائے، پھر ''نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)'' کہہ کر متصلا فرمایا ''تو منع من جھۃ العباد ہوا'' کیا اس کا حاصل یہ نہیں کہ نماز کے لئے نہ روکنا یہی منع من جھۃ العباد ہے اور اختیار عبد سے یہ ناشی ہے۔ جس طرح انگریزوں کے کھانے کے لئے روکنا اختیار عبد سے ناشی ہے تو یہ دونوں یعنی (۱) انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکتے ہیں، (۲) نماز کے لئے نہیں (روکتے)، دونوں ایک علت کے معلول ہیں اور وہ اختیار عبد ہے یہ نہیں کہ انگریزوں کے کھانے کے لئے روکتے ہیں یہ منع من جھۃ العباد میں تفصیل وتقیید کا فائدہ دے رہا ہے نہ ہرگز یہ مفہوم ہے کہ خاص نماز کے لئے نہیں روکتے، تو یہی صورت اختیار عبد سے ناشی ہے اور بالخصوص یہی منع من جھۃ العباد ہے یہ اختیار عبد سے ناشی ہے دونوں کے لئے ٹرین نہ روکی جائے تو اب معاملہ اختیار عبد سے باہر ہو گیا اور منع ساوی ہو گیا یہ اس عبارت کا ہرگز مفہوم نہیں تو سرے سے مزعوم مفہوم مخالف جس پر اس خیال کی بنا رکھی متحقق ہی نہیں بر تقدیر تسلیم یہ مفہوم متعین نہیں کہ دوسرا مفہوم اس کا مزاحم ہے اب جب کہ متعین نہیں مزاحم موجود ہے تو بلا دلیل ایک مفہوم کو متعین کرنا کیا معنی؟ پھر مفہوم جبکہ مختلف ہیں تو کیا وہ مفہوم لیا جائے گا جو مفہوم موافق کا معاند اور یکسر اس کا رافع ہو یا وہ مفہوم لیا جائے جو مفہوم موافق کے مساعد اور اس کے ساتھ رواں دواں ہو؟ اگر شق اول مختار ہو تو اس دعوے کو مبرہن کیجئے اور اس صورت میں **"الصریح یفوق الدلالۃ"** کا کیا جواب ہے بیان کیجئے اگر شق دوم مختار ہے تو اب ذرا سوچ کر بتائیے کہ آپ کی یہ تقریر مزعوم جس کا مبنی اس مفہوم خیالی پر ہے کیا اعلی حضرت کی عبارت کے مساعد ہے اور اس کے مفہوم کے ساتھ جاری ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، کیا اس سے نہ کھل گیا کہ آپ کی بنا بے بنا ہے

اور پٹائی بے اساس ہے، آپ نے اس جگہ مفاہم کتب کے حجت ہونے کی بات تو کہی مگر کیا مفاہم کتب مطلقا حجت ہوں گے اگر چہ صریح عبارت ان کی نافی ہو؟ کیا دلالات کو صریح عبارات پر فوقیت ہوگی اور وہ یعنی دلالتیں صریح کی نافی ورافع ہوں گی؟ ہرگز نہیں، اب یہاں سے آپ کے اس دعوی کا کہ "مفاہم کتب حجت ہیں" جواب مل گیا، اور وہ یہ کہ مفاہم کتب ضرور حجت ہیں مگر نہ یوں کہ مفہوم عبارت بالکل اٹھ جائے۔ذرا سوچ کے بتایئے کہ خیالی مفہوم مخالف کا سہارا لے کر آپ نے یہی تو کیا ہے، جس سے اعلی حضرت کی عبارت کا مفہوم بالکل بدل گیا، اور یہ اس لئے کیا تا کہ آپ یہ کہہ سکیں کہ اس میں جو حکم ارشاد ہوا وہ اس زمانے کے لحاظ سے تھا اس زمانے کے لحاظ سے نہیں۔

اب منع عام ہو یا خاص، قضیہ مطلقہ "نماز کے لئے نہیں (روکی جاتی)" صادق ہے یا نہیں ؟اگر صادق ہے اور ضرور صادق ہے تو یہ ضرور منع من جھۃ العباد ہے اور ضرور اسی سے ناشی ہے ،اور جب اس عبارت کا یہ مفہوم بہرحال صادق ہے اور یہی اس کا مفہوم موافق ہے تو اگر خیالی مفہوم مخالف مان بھی لیا جائے تو خیالی مفہوم مخالف سے اس پر کیا اثر ؟اور موافق کے ہوتے مخالف کے پیچھے دوڑنا کس نے ٹھہرایا اور یہ کہاں سے نکلا کہ منع من جھۃ العباد اسی وقت ہوگا جب کہ منع خاص چند افراد کے حق میں ہو اور اگر قانونِ عام ممانعت کرے تو منع من جھۃ العباد نہ رہے گا بلکہ منع سماوی ہو جائے گا؟ کیا بندوں کا قانون قانون الٰہی ہو جائے گا؟۔

اعلی حضرت کی سیدھی سادھی عبارت جو اجماع مسلمین کے موافق چل رہی تھی اسے اپنے خیالی معنی پر ڈھال کر منع من جھۃ العباد کو اسی قید مزعوم سے مقید کیا یعنی منع ایک فرد یا چند افراد کے حق میں ہو تو منع من جھۃ العبد ہے ورنہ جبکہ منع عام ہو تو منع سماوی ہے۔کیا اعلی حضرت کی عبارت کا مفہوم موافق اس مخالف کے مساعد ہے؟ کیا مفہوم مخالف لیا جائے گا اور صریح مفہوم عبارت رد کیا جائے گا؟ پھر اس خیالی مفہوم مخالف کا جو مفاد بتایا اس پر آپ کا کوئی سلف ہے؟ ہے تو بیان کیا جائے، نہیں تو کیا یہ

قطعاً سلف سے جداگانہ راہ پر چلنا نہیں؟ پھر مفہوم مخالف پر خود عمل کیا اور صریح مفہوم کو چھوڑ ا اور مفہوم مخالف پر جو چٹائی بچھی اس پر یہ جما دی کہ "یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے" "یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے" ع

وکم من عائب قولا صحیحا　　وآفته من الفهم السقیم

وکم من سائب فی غیر قصد　　یُجالی الحق من فکر وخیم

بتایا جائے کہ اگر یہ تصریحات بالا سے واضح ہے تو اعلیٰ حضرت کی عبارت کے مفہوم مخالف کا سہارا کیوں لیا؟ کیا تصریحات بالا جو عبارۃ النص ہیں اور مفہوم مخالف ایک ہی چیز ہیں؟ نہیں، تو مفہوم مخالف کو مصنف کی جانب سے تصریح قرار دینا کیا معنی؟ کیا یہ مغالطہ نہیں، اور وہ خیالی معنی جو آپ کے خیال کی اپج ہے اس کو تصریح مصنف بتانا اور اس کی نسبت برخلاف واقع مصنف کی طرف کرنا کیا یہ دیانت کے خلاف نہیں؟ اور فتاوی رضویہ کی صریح عبارت جو مطلقاً یہ بتا رہی ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض و واجب ادا نہیں ہو سکتے اس کے برخلاف یہ ہیڈنگ لگانا کہ "چلتی ٹرین پر فرض و واجب نمازیں جائز و صحیح ہیں، یہ خود فتاوی رضویہ سے ثابت ہے" فتاوی رضویہ کی طرف کیا ایسی بات کی نسبت کرنا نہیں جو اس میں موجود نہیں، پھر اس سے بڑھ کر یہ دعوی کہ "یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے" کیا اس غلط نسبت پر اصرار مکرر نہیں؟ کیا یہ صریح فتاوی رضویہ سے انحراف نہیں؟ پھر کیسے کہتے ہیں کہ یہ حکم نہ کسی طرح فتاوی رضویہ کے خلاف ہے نہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے انحراف ہے نہ ہرگز ہرگز کسی طرح یہاں خرق اجماع مسلمین متصور۔ کیسے مانا جائے کہ یہاں خرق اجماع مسلمین نہیں حالاں کہ منع من جهة العبد کے ہوتے اتحاد واستقرار مکان کی اجماعی شرطیں یکسر اٹھا دیں، مفہوم مخالف کا سہارا لے کر منع من جهة العبد کے وہ خیالی معنی گڑھے اور اس طرح اس معنی کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف کر دی پھر وہی سوال ہے کہ کیا اس معنی پر آپ کا کوئی سلف ہے؟ ہے، تو بتائیے نہیں تو کیا بچند وجوہ یہ خرق اجماع مسلمین نہیں، پھر

اسے کیوں فتاوی رضویہ سے ثابت بتایا جاتا ہے اور اعلیٰ حضرت کی تصریحات بالا سے واضح قرار دیا جاتا ہے؟ آج سے پہلے تو آپ بھی محدث سورتی، صدر الشریعہ، مفتی اعظم، حافظ ملت، مجاہد ملت، قاضی شمس الدین، مفتی شریف الحق امجدی، مفتی عبد المنان اعظمی وغیرہم ماضی وحال کے اکابر اہل سنت کی طرح اعلیٰ حضرت کے فتوی کے بموجب چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی کو غیر صحیح جانتے تھے اب کونسی دلیل ہاتھ آئی جس نے خرق اجماع کی راہ دکھائی، اس کے لئے بھی سہارا فتاوی رضویہ کا لیا، تو اس طرح کہ خیالی مفہوم مخالف سر پہ رکھا اور صریح مفہوم سے آنکھیں پھیر لیں، کیا یہی حق تحقیق ہے؟ کم از کم آج سے چند برس پہلے تک اس مسئلے میں خاموش تو ضرور تھے اور اس طرح اپنے دور کے بہت سے اکابر اہل سنت کے ہمنوا تھے اب کونسی ہنگامی صورت آپڑی جس نے اب تک کی طویل خاموشی توڑی؟ کیا یہ اغیار کے سیمناروں میں شرکت کا اثر ہے یا غلام رسول سعیدی کی چمکتی تحقیق کی دھاک بیٹھ گئی ہے یا سب سے الگ آپ ہی آسمان کے تارے توڑ لائے ہیں؟

حقیقت حال کچھ بھی ہو یہ تحقیق مستعار ہو یا آپ کا شاہ کار ہو اس کی نسبت فتاوی رضویہ کی طرف کیوں کی جاتی ہے؟ اس مفہوم نا محقق کی بنا پر منع من جہۃ العباد میں یہ تفصیل بے دلیل کہ "منع اگر چند افراد کے حق میں ہو تو منع من جہۃ العبد ہے اور اگر ممانعت عام لوگوں کے حق میں ہو تو منع سماوی ہے۔" کیا آپ کو اس الزام سے بری کردے گی کہ آپ نے منع من جہۃ العباد کے وہ معنی اس مفہوم بے تحقیق پر گڑھے جس کا پتہ نہ قرآن وسنت میں ہے، نہ اجماع امت میں ہے، نہ ائمہ شریعت وعلمائے ملت کی عبارات میں ہے؟ ہے تو ثبوت دیجئے، ورنہ چار وناچار مانئے کہ اس تقریر کا مبنی ومفہوم بے تحقیق ہے اور یہ ایجاد بندہ ہے، اب خرق اجماع مسلمین یہ نہیں تو کس چڑیا کا نام ہے!

قولہ: "دوسری دلیل: فتاوی رضویہ ج:۱ (ص:۶۱۴) میں پانی سے عجز کی ۱۷۵ صورتوں کے ذکر اور جواز تیمم کے بیان میں صورت نمبر ۶۰/ کے تحت ہے: "اگر اتر کر پانی لانے میں مال جاتے رہنے کا خوف ہو تو اعادہ بھی نہیں۔ اور یہ نمبر ۳۳/ ہے، (نمبر ۳۳/ یہ ہے: کہ مال پاس ہے اپنا

خواہ امانت اور پانی پر ساتھ لے جاتے کا نہیں، نہ یہاں کوئی محافظ، اگر پانی لینے جائے تو اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ جب کہ وہ مال ایک درم سے کم نہ ہو، ص:۶۱۳) اور اگر ریل چلے جانے کا اندیشہ ہو جب بھی تیمم کرے اور اعادہ نہیں۔ یہ نمبر آئندہ کے حکم میں ہے۔ (نمبر آئندہ یہ ہے:)

نمبر ۶۱/ پانی میل سے کم مگر اتنی دور ہے کہ اگر یہ وہاں جائے تو قافلہ چلا جائے گا اور اس کی نگاہ سے غائب ہو جائے گا۔ (ص:۶۱۴)

کتب فقہ میں یہ صراحت ہے کہ جن اعذار کی وجہ سے تیمم جائز ہے ان کی وجہ سے چلتی سواری پر نماز بھی جائز ہے تو اُتر کر نماز پڑھنے

میں اگر مال جانے یا ٹرین چلی جانے کا اندیشہ ہو تو بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اور اعادہ نہیں۔ قافلہ چھوٹ جانے یا نگاہ سے غائب ہو جانے کے باعث نمازی کو جو پریشانی ہوتی وہ مال جانے اور ٹرین چھوٹنے میں بھی ہے اس لئے یہاں بھی جواز بلا اعادہ کا حکم ہے۔ یہ خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی تصریحات بالا سے واضح ہے،،۔

(متن فیصلہ مجلس شرعی مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳ء)۔

اقول: نمبر ۶۰/ کی وہ صورت جسے آپ نے ذکر نہ کیا یعنی ''ریل میں ہے اور اس درجے میں پانی نہیں۔ الخ،، اگر کوئی یہ کہے کہ چلتی ٹرین میں بدرجۂ اولی یہی صورت متحقق ہے یعنی مصلی بروجہ صحیح نماز ادا کرنے سے قاصر ہے حالاں کہ بشری ضروریات سب ڈبے میں مہیا ہیں مگر وہ اس کے باوجود **کالمحبوس فی معنی العجز** ہے تو اب منع من جهة العباد کیوں نہیں؟ اور اکراہ ملجی کے تحقق سے یہاں کونسی چیز مانع ہے؟ کیا ڈرائیور ٹرین روک سکتا ہے؟ نہیں، تو کیا اسے قید وسزا کا خوف درپیش نہیں؟ یوں ہی مسافر چین کھینچ کر گاڑی روکنا چاہے تو کیا سزا نہ بھگتے گا؟ اب اس دعوے کی خبریں کہئے کہ نہ یہاں منع مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب، چین پولنگ کی رخصت معمولی ہنگامی حالات میں ہے مگر نماز کے لئے نہیں کیا یہ نمازی کے حق میں منع خاص نہیں؟ اب ذرا اس منع عام کی

خبریں کہیے جس کی بناپرٹرین کا نہ رکناسب کے حق میں منع تھااور اسے منع سماوی قرار دیا جاتا، حالاں کہ یہ قطعامکتسب ہے کہ بندے کے فعل کواس میں دخل ہے، سماوی کی تعریف اس پر صادق نہیں۔

ومن ادعی فعلیه البیان۔

چلتی ریل گاڑی جو مسلسل کئی گھنٹہ چلتی ہے اس میں ریل سے اترنے کی نوبت کب آئے گی؟ اور جب یہ نوبت نہ آئے گی تو مال گنوانے یا جان جانے کا خوف کیوں کر متحقق ہوگا؟ پھر جب بشری ضروریات اب ریل میں مہیا ہیں تو پانی وغیرہ کے لئے اترنے کی ضرورت ہی کب ہوگی اور جب ریل میں وہ صورت درپیش نہیں جو صورت قافلے میں ہوتی تھی تو ریل قطعا قافلے سے جدا ہے ،قافلے سے اس کا الحاق کیا معنی؟ یہ الحاق اعلی حضرت امام اہل سنت وغیرہ اکابر اہل سنت کو نظر نہ آیا ،آپ کو یہ سوجھا! بہر حال یہ قیاس مع الفارق نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر یہ رخصت بشرط استمرار خوف خاص تیمم کے لئے ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر خوف از اول تا آخر مستمر ہو تو نمازی کو رخصت ہے کہ تیمم کر کے کھڑی ہوئی سواری پر نماز پڑھ لے نماز صحیح ہو جائے گی جب کہ سواری زمین سے متصل باتصال قرار ہو، دابہ پر یوں ہی اس گاڑی پر جس کا اگلا حصہ دابہ پر رکھا ہو نماز نہ ہوگی جب کہ اتر کر نماز پڑھنا ممکن ہو، یعنی اس سے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو، دابہ اگر چل رہا ہے تو اس پر نماز فرض بے تحقق عذر، صحیح نہیں، لہذا اگر اس کو ٹھہرانا ممکن ہو اور زمین پر نماز پڑھنا میسر نہ ہو تو ضروری ہے کہ اسے ٹھہرا کر نماز پڑھے۔ یہ حکم اس نمازی کے حق میں کیوں کر منسحب ہوگا جس کی سواری زمین سے متصل باتصال قرار ہو اور اس سواری کو روکنا ممکن ہو بایں طور کہ اسے خوف من جانب اللہ مانع نہ ہو ،ریل کا روکنا بندوں کے اختیار میں ہے تو رکی ہوئی ریل پر نماز پڑھنا اس اعتبار سے ممکن ہے اس سے مانع وہ خوف نہیں جو بندے کے دل میں اللہ نے براہ راست ڈالا بلکہ وہ خوف ہے جو اس کے دل میں بندے کی وعید سے پیدا ہوا، دونوں خوفوں میں فرق ہے، ایک عذر سماوی ہے مانع من جانب اللہ ہے، دوسرا عذر مکتسب ہے بالفاظ دیگر مانع من جهة العبد ہے، دونوں ایک دوسرے سے مختلف

ہیں، پھر مختلف کو مختلف پر قیاس کرنا کیا معنی؟

قولہ: ''اس بات پر جملہ مندوبین کرام کا اتفاق ہے کہ موجودہ ریلوے نظام کے تحت چلنے والی ٹرینوں میں جب وہ چل رہی ہوں اس وقت بھی فرض وواجب نمازوں کی ادائیگی جائز وصحیح ہے اور بعد میں ان کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔ اس پر تمام مندوبین نے دستخط ثبت فرمائے''۔ (ص: ۶۰، ماہنامہ اشرفیہ)

اقول: حالاں کہ خلاصۂ مقالات میں یہ لکھا ''پہلا موقف یہ ہے کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں ادا نہ ہوں گی اگر وقت نکلتا دیکھے تو جیسے بھی ممکن ہو پڑھ لے بعد میں انہیں دوہرانا ضروری ہے یہ موقف ۱۴/ علمائے کرام کا ہے۔

چوتھا موقف: مولانا محمد عالمگیر رضوی مصباحی کا ہے، وہ فقہی کتابوں سے مختلف جزئیات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: چلتی ہوئی ٹرین پر فرض وواجب نمازیں ادا نہیں ہوں گی اس لئے کہ استقرار علی الارض نہیں پایا گیا اور اگر یہ اندیشہ ہو کہ نماز قضا ہو جائے گی تو چلتی ٹرین میں نماز پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔ (الی ان قال) پھر بھی اگر ارباب فقہ وافتا کے نزدیک یہ امر متحقق اور منقح ہو جائے کہ آج کل عام حالات میں ٹرینوں کا چلنا اور رکنا حکومتی قانون کے تابع ہے جیسا کہ فاضل مرتب نے سوالنامے میں لکھا ہے تو یہ عذر من جہۃ اللہ بلفظ دیگر عذر سماوی میں شمار ہوگا تو ایسی صورت میں چلتی ہوئی ٹرینوں پر فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کے دائرے میں آنے والی نماز پڑھ لے بعد میں اعادہ نہیں۔

پانچواں موقف: یہ ہے کہ چلتی ہوئی ٹرین پر نماز کچھ صورتوں میں صحیح اور درست ہے اور کچھ صورتوں میں صحیح اور درست نہیں یہ موقف مولانا محمد صدر الوری قادری مصباحی صاحب کا ہے (ص: ۲۸/ تا ۳۲/)

اب سوال یہ ہے کہ اس مسئلے میں جب اتنے موقف ہیں تو اس فیصلے کو تمام مندوبین کا متفقہ فیصلہ بتانا کیسے درست؟ اور یہ لکھنا کیسے صحیح ہے کہ اس پر تمام مندوبین نے دستخط ثبت فرمائے؟ کیا انہوں نے اپنے اختلاف سے رجوع فرمالیا؟ اگر ایسا ہے تو رپورٹ میں بیان کیوں نہ ہوا؟ اور

اگر اختلاف سے رجوع نہ فرمایا تو دستخط کی کیا حیثیت ہے؟ اور اسے متفقہ فیصلہ بتانا کیوں کر واقعہ کے مطابق ہوگا؟۔

قولہ: ''بھارتیہ ریلوے کی تاریخ اور ریلوے نظام کی تبدیلی کا جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ آزادی ہند سے پہلے کچھ پرائیویٹ کمپنیاں ٹرین چلاتی تھیں، یہ ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہوتی تھیں، ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اس لئے نمازی اس پر مجبور تھے کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض اور واجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں، چلتی ٹرین پر پڑھنے میں استقرار کی شرط مفقود ہوتی اور اس سے مانع یہ پرائیویٹ کمپنیاں تھیں جنہوں نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی اس لئے اعلی حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جہۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔ (ص: ٦٠، ماہنامہ اشرفیہ)

اقول: بطور معارضہ بالقلب کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بھارتیہ قانون ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہے، جس طرح یہ کمپنیاں ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار ہوتی تھیں اور جس طرح ان کمپنیوں نے انگریزوں کے دور میں ان کے کھانے وغیرہ کے لئے ٹرین روکنے کی رعایت رکھی تھی اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی تھی اسی طرح بھارتیہ قانون نے کچھ مقامات (اسٹیشنوں) کا لحاظ کیا کہ وہاں ٹرین روکی جاتی ہے اور مسلمانوں کی نماز کے لئے یہ رعایت نہ رکھی اس لئے نمازی اس پر مجبور ہیں کہ یا تو ٹرین رکنے پر فرض وواجب ادا کریں یا چلتی ٹرین پر پڑھیں، چلتی ٹرین پر پڑھنے میں استقرار کی شرط مفقود ہوتی ہے اور اس سے مانع یہ بھارتیہ قانون ہے، جس نے اپنے نظام میں مسلمانوں کی رعایت نہ رکھی، اس لئے اعلی حضرت قدس سرہ نے اسے منع من جہۃ العباد قرار دے کر حسب امکان ادائیگی پھر بعد میں اعادہ کا حکم دیا۔

کیا یہاں یہ بات متحقق نہیں کہ یہ لوگ ٹرینوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خودمختار

ہیں جس طرح یہ کمپنیاں خود مختار ہوتی تھیں؟ خود مختار ہیں، اور ضرور ہیں، تو کیا مدار کار خود مختار ہونے پر نہیں؟ کیا کمپنیاں خود مختار ہوں (اگر چہ یہ صورت خلاف واقع ہے وہ ضرور انگریزی قانون کے تابع تھیں) تو منع من جهة العبد ہوگا، اور حکومت نظام اپنے ہاتھ میں لے لے تو منع سماوی ہو جائے گا؟ جب مدار کار خود مختار ہونے پر ہے جیسا کہ جملہ ''یہ ریلوں کے چلنے اور رکنے کا نظام بنانے میں خود مختار ہوتی تھیں'' سے خوب ظاہر ہے کہ یہ مشعر علیت ہے تو یہ کہنا کیوں کر صحیح ہے کہ ''یہ صورت حال زمانہ اعلی حضرت کے حال سے مختلف ہے اس لئے آج حکم بھی مختلف ہوگا'' کیوں مختلف ہوگا؟ حالاں کہ مدار ایک ہے اور علت متحد ہے، وہ نظام بھی اختیار عبد سے ناشی ہوا، اور یہ نظام بھی اختیار عبد سے ناشی ہے، تو خاص و عام کا تفرقہ چہ معنی دارد؟۔

اور جب قانون بنانے والے خود مختار ہیں اور انہوں نے اپنے اختیار سے ایسا قانون بنایا کہ ٹرین مخصوص مقامات پر خاص و عام اغراض کے لئے روکی جائے نماز کے لئے نہ روکی جائے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ ''خاص نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار نہیں دیا جاسکتا''۔ حالاں کہ فعل، فاعل مختار کی طرف منسوب ہوتا ہے، کیا یہ قانون بنانے والے اپاہج معذور کی طرح غیر مختار ہو گئے خود مختار نہ رہے؟ ''خاص نماز سے روکنے کا الخ'' یہ عموم کی خبر دے رہا ہے تو اس تصرف عام کے ضمن میں نماز سے روکنا بھی ہے، کیا تصرف عام اسی وقت فاعل مختار کا فعل ٹھہرے گا جب کہ خاص کسی فرد کا بخصوصہ قاصد نہ ہو؟ نہیں، اور ضرور نہیں، تو نماز سے روکنا اگر چہ قصدا و استقلالا نہیں لیکن تصرف عام کے ضمن میں یہ روکنا بھی متحقق ہے اور یہ سب فاعل مختار کا فعل ہے۔

اب بتایا جائے کہ اس تصرف عام کے ضمن میں نماز سے روکنا کیوں کر منع سماوی ہو گیا؟ حالاں کہ یہ بالضرورۃ فاعل مختار کا فعل ہے اور دیگر تصرفات کی طرح یہ فعل بھی مسند الی العبد ہے، کیا کسی فعل میں منع سماوی اور اسناد الی العبد دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں؟ بالفاظ دیگر کیا کوئی فعل بیک وقت عذر سماوی و عذر مکتسب ہو سکتا ہے؟ اور جب نماز سے روکنا ضمنا یا قصدا متحقق ہے تو آپ کا یہ کہنا کیوں کر صحیح ہوگا ''ماننا ہوگا کہ وہ منع نماز کا نہ مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب، اس لئے یہ منع اب منع

من جهۃ العبادۃ نہ رہا"۔

مجھے امید ہے کہ اتنا تو مسلّم ہوگا کہ یہ فعل عبد ہے اور فعل عبد ہی کا نتیجہ وہ اثر ہے، اب بتایا جائے کہ فعل عبد کا احکام شرعیہ سے خالی ہونا متصور ہے؟ نہیں، ضرور نہیں، تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ "یہ منع اب منع من جہۃ العبادۃ نہ رہا" اسی طرح فعل عبد کا نتیجہ اور اثر ہونے کی صورت کو لیجئے، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ شراب پی کر نشہ آجانا شرابی کے حق میں عذر سماوی ہے؟ لہٰذا اگر وہ طلاق دے یا کفر بکے تو مثل مجنون معذور ہے؟ نہیں، ہر گز نہیں، بلکہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی اور کفر بکنے کے سبب احکام شرع اس کی طرف متوجہ ہوں گے تو ضرور بالضرور ثابت ہوا کہ ایسی صورت میں بھی جب کہ بظاہر عذر سماوی موجود ہے لیکن چوں کہ یہ حالت اس بندہ کے فعل کا نتیجہ اور اثر ہے اس کی اسناد اسی بندے کی طرف کی جائے گی اور وہ اپنے افعال جو بظاہر غیر مقصودہ ہیں ان کا قاصد ٹھہرے گا، کیا تصرف عام کے ضمن میں بدرجہ اولی یہ صورت نہیں پائی جاتی؟ ضرور پائی جاتی ہے، تو جیسے یہاں عذر سماوی نہیں، بندے کے ان افعال کی نسبت اسی کی طرف ہے، اسی طرح یہاں ہر گز عذر سماوی نہیں ،ٹرین نہ روکنے کی اسناد ان قانون سازوں کی طرف ضرور ہوگی اس سے کوئی مانع نہیں۔

کیا ہماری تقریر سے نہ کھل گیا کہ آپ کا یہ دعوی کہ "کم از کم اتنا ضرور ماننا ہوگا کہ وہ منع نماز کا نہ مباشر ہے نہ اس کا سبب قریب" غلط و بے بنیاد ہے، کیا یہ اس قانون کا اثر نہیں کہ ڈرائیور کو یہ اختیار نہیں کہ نماز کے لئے ٹرین روکے؟ روکے گا تو سزا پائے گا، نہ مسافر کو یہ اختیار ہے کہ زنجیر کھینچ کر ٹرین روک لے، ایسا کرے گا تو قید و جرمانے کا سامنا ہوگا حالاں کہ عام ضروریات کے لئے زنجیر کھینچنے کی رخصت ہے خاص نماز کے لئے زنجیر کھینچنا جرم ہے، اب اپنے اس دعوے کی خبریں کہئے کہ "خاص نماز سے روکنے کا فاعل ریلوے محکمہ کو قرار نہیں دیا جاسکتا" ایسا قانون ریلوے محکمہ بنائے جس کی رو سے نماز کے لئے روکنا کسی کے اختیار میں نہیں، گارڈ وغیرہ اپنے خصوصی اختیارات سے ٹرین نہیں روک سکتے، روکیں گے تو مجرم ہوں گے، بالجملہ خاص نماز کے لئے ٹرین روکنا قانوناً جرم ہے اب اس کا فاعل ریلوے محکمہ کو نہیں بنایا جاسکتا تو کس کو بنایا جائے گا؟ کسی کو

بنایا جائے یا نہ بنایا جائے، یہ ضرور فعل عبد ہے جس پر احکام شرع متوجہ ہیں اور فعل عبد کو کسی حیلہ سے عذر سماوی یا منع سماوی ماننا کیا ایسی اصطلاح گڑھنا نہیں ہے جس کا نشان کتب اصول فقہ میں نہیں ،خرق اجماع اور کس چیز کا نام ہے؟ کیا فعل عبد کا خالی عن الحکم ہونا جائز ہے؟

قولہ: اس عبارت سے واضح ہے کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جہۃ العباد ہونے کا حکم ہے۔

اقول: یہ دعوی ممنوع ہے، منع من جہۃ العباد ہونے کا حکم نماز کے لئے نہ روکنے کی وجہ سے ہے تو منع من جہۃ العباد کا تعلق جملہ ''نماز کے لئے نہیں روکی جاتی'' سے ہے کہ اقرب مذکور ہے دونوں جملوں سے اس کا تعلق نہیں۔لہذا ''انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے نہ روکی جائے اور نماز کے لئے روکی جائے جب بھی منع من جہۃ العباد ہے اسی طرح دونوں کاموں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی منع من جہۃ العباد ہے۔

اعلی حضرت کی عبارت کا وہ مزعوم مفہوم مخالف آپ کا اپنا خیال ہے جو اس وجہ سے ناشی ہوا کہ جملہ ''تو منع من جہۃ العباد ہوا'' کا تعلق آپ نے اپنے طور پر دونوں جملوں سے سمجھا، اسی لئے کہا '' کہ اول کے لئے روکنے اور دوم کے لئے نہ روکنے کے سبب منع من جہۃ العباد ہونے کا حکم ہے ،حالاں کہ اول کے لئے روکنے کو منع من جہۃ العباد کے سبب ہونے میں کوئی دخل نہیں، ہم نے اوپر لکھا انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے نہ روکی جائے اور نماز کے لئے روکی جائے جب بھی فعل عبد ہے اسی طرح دونوں کاموں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی منع من جہۃ العباد ہے۔

ایک احتمال یہ بھی تھا جو ہم نے ذکر کیا، اس سے کیا مانع ہے بیان ہو اور اگر کوئی مانع نہیں تو یہ احتمال، احتمال دیگر کا مزاحم ہے، احتمال سے استدلال کس اصول سے صحیح ہے خصوصا جب کہ دوسرا احتمال اس کے مزاحم اور معارض اور مفہوم موافق کے مساعد وموافق ہے، یہاں سے کھلا کہ اعلی حضرت کی عبارت کا وہ مفہوم ہی نہیں جس پر یہ ساری ذنائی چُنی۔

قولہ: اس کا مفہوم یہ ہوا کہ ''اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو سرے سے منع ہی نہیں اور

اور دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جہۃ العباد نہیں۔"

اقول: اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر دونوں کے لئے روکی جائے تو ضرور فعل عبد ہے کہ عبد کی طرف مسند ہے اسی طرح اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے جب بھی فعل عبد ہے کہ عبد کی طرف مسند ہے اور فعل عبد پر احکام شرع ضرور متوجہ ہوں گے ورنہ لازم آئیگا کہ بندے کا کوئی فعل حکم شرع سے خالی ہو اور جب یہ فعل عبد ہے کہ اس کے اختیار سے ناشی ہے اسی کی طرف اس کی اسناد ہوتی ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہے کہ اگر دونوں کے لئے نہ روکی جائے تو منع من جہۃ العباد نہیں۔

قولہ: حنفیہ کے نزدیک مفہوم مخالف نصوص کتاب وسنت میں اگر چہ معتبر نہیں مگر عبارت فقہا وکلام علما میں ضرور معتبر ہے۔

اقول: مگر اس عبارت کا ادعائی مفہوم مخالف ہے کہاں، مفہوم مخالف تو اس وقت ہوتا جب اعلی حضرت کی عبارت کا مفہوم یہ ہوتا کہ خاص نماز کے لئے ٹرین نہ روکنا اختیار عبد سے ناشی ہے حالاں کہ اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ انگریزوں کے کھانے کے لئے روکنا نماز کے لئے نہ روکنا دونوں بندوں کے اختیار میں ہیں۔

لہذا ایک صورت میں منع من جہۃ العبد ہے کہ اختیار عبد سے ناشی ہے اور پہلی صورت میں بندوں کے اختیار میں ہے اور جب عبارت مندرجہ کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں بندوں کے اختیار میں ہیں تو دوسری جانب مفہوم یہ ہوگا کہ دونوں کے لئے ٹرین نہ روکی جائے جب بھی معاملہ بندوں کے اختیار میں ہے۔

حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ الرضوان فرماتے ہیں: **السفینة: ای الفلک والمراد المرکب البحری فلا یجوز الصلاة لا قائما ولا قاعدا علی الدابة ولا علی العجلة ای المرکب البری ولعل وجه الفرق ان الخروج من المرکب الی ارض تصلح ان یصلی علیها ممکن بخلاف البحری لانه لا یتصور الخروج منه الی الارض لانه لو لم یغرق فی الماء لم یمکنه فیه الصلاة ولذا جازت علی الدابة**

ايضا بالايماء اذا لم يجد ارضا يصلى عليها لعذر كثرة المطر او السيل كما مر.

وقد يقال: التوجه الى القبلة لايمكن فى البرى حيث يدور اليها حيث ما دار بخلاف الفلك وفيه ما فيه. وبهذا خرج حكم الصلاة فى المركب البرى الدخانى الذى جرى فى زماننا على الطريق الحديدى ويقال له "ريل" فى اللغة الحادثة فانه مركب برى كالعجلة غير انه ليس على الدابة ولا فيه اضطراب كاضطرابها نعم له حركة مستوية بلا رفع وخفض، فحركة جسم المصلى فيه لازمة ولو خفيفة لكنه قد لا يحتمل فيه سقوطه من قيامه قد أُلِّفَتْ فى الصلاة فيه عند جريانه رسائل وفتاوى، فعامة علماء امصارنا واعصارنا على الحاقه بالبرى فافسدوا الصلاة فيه عند جريانه ولم يجيزوا التيمم فيه عند عدم الماء والبعض جوزوا الصلاة لكونه كالبحرى فى امتناع الخروج عنه عند حركته وسيره وفى عدم اضطرابه واستقامة سيره على مسيره وفى كونه كالسرير كما جوزوها فى الفلك القار وعَلَّلوه بانه كالسرير وهذه العلةمشتركة ومنشأ كل ذلك انه ليس بايدى الراكبين السائرين لافى السير ولا فى الايقاف بل له مواقف متعينة وكذا ساعات وقوفه فلا يقف بارادة احدهم اثناء السير ولا بزيادة على تلك الساعات فى مواقفها لكن هذا كله عذر من قِبَلِ العباد لاعذر سماوى حتى يحل التيمم ويجوز الصلاة بخلاف الماء تحت الفلك.

علا أن النزول عنه فى مواقفه ممكن وكذا ان يركبوه بعد النزول هناك وان لم يقف لهم وان لا يواجروه الا الى هناك وكذا عدم ركوبهم اصلا ممكن لهم اذ لا ضرورة لهم الى ركوبه فى الوصول الى منتهى سفرهم هذا.

ولكن النظر فى موارد النصوص ومظانها لا يوجب فساد الصلاة فيه لعدم فصلها بين مراكب البحر والبر فالمسألة اجتهادية من الائمة الا ان الظاهر

ان عذر مجرد مظنة الدور ان من غير وقوعه فی اسقاط رکن القیام لیس اشد من عذر امتناع الخروج عن هذا المرکب الدخانی عادة عند سیره مع ان مجرد حرکة المصلی حرکة خفیفة لا یعتدبها بحرکة مکان صلاته غیر ظاهر الافساد للصلاة والا لکانت مفسدة لها فی السفینة ایضا ولم یدل علی افساده نص او قیاس ظاهر قاله فی صرح الحمایة.

قلت:لم یطمئن قلبی بما افاده فی آخر کلامه مما یومی الی جواز الصلاة فی الریل عند مسیره والاحوط :ان لا یصلی فیه صلاة عند مسیره ولا یتیمم فیه لها فان له وقفات لتسع لاداء الصلاة باحسن وجه وقلما لا یوجد الماء فی وقفتها وانیر کبت فیه مایزید علی ماة مرة طول اللیل وکمال النهار فکلما حان الصلاة نزلت عنه عند وقفة فتوضأت فیها ثم رکبت ونزلت عند وقفة اخری فصلیت فیها وما اتفق لی مرة ان لم اقدر علی الصلاة خارجة او لم اجد الماء فالاشبه عدم جواز الصلاة فیه عند مسیره وان لا یرخص عند ما یسیر للتیمم فیه مع ان فیه خروجا عن الخلاف المندوب الیه فی کتب معاشرنا الاحناف.

التعلیق المجلی لما فی منیة المصلی ص: ۲۵۴ ،مجلس برکات جامعه اشرفیه

مبارکپور ،اعظم گڑھ

"التعلیق المجلی " سے حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ کے حاشیہ کی عبارت جو مسئلہ دائرہ سے متعلق تھی وہ من وعن نقل کر دی گئی ۔اگر حاشیہ مذکورہ کو بنظر عمیق دیکھا جائے تو کئی شبہات کا ازالہ خود بخود ہو جائے گا۔

محدث سورتی کے ان الفاظ "الأحوط ان لا یصلی فیه صلاة عن مسیره " سے یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ حضرت محدث سورتی ،چلتی ٹرین پر فرض وواجب نمازوں کی ادائگی جائز خلاف اولی سمجھتے ہیں ،تا کہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ شروع ہی سے یہ مسئلہ اختلافی رہا ہے۔

شاید اسی لئے ایک سطر پہلے کی اس عبارت کو "قلتُ: لم یطمئن قلبی بما افاده فی آخر کلامه مما یومی الی جواز الصلوة" جس میں محدث سورتی نے جواز صلوۃ پر عدم اطمنان قلب کا اظہار کیا تھا، مصلحت کے خلاف سمجھ کر چھوڑ دیا گیا اور اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ "الاحوط" سے "لم اجد الماء" تک پانچ سطر کی عبارت اپنے مقالے میں نقل کی گئی مگر مابعد "والاشبه عدم جواز الصلوة فیه عند میسره" جو ایک سطر کی عبارت اسی سے بالکل متصل تھی اور جس میں حضرت محدث سورتی نے اپنا فیصلہ تحریر کیا تھا، نہ جانے کس حکمت بالغہ کے تحت گول کر دیا گیا۔

اس لئے کسی کو محدث سورتی کے ان الفاظ "والأحوط أن لا یصلی فیه صلاة عند میسره" سے چلتی ریل پر جواز نماز کا شبہ نہ گذرے، کیوں کہ انہوں نے اخیر میں بہت واضح لفظوں میں یوں فیصلہ فرمایا: "والأشبه عدم جواز الصلاة فیه عند میسره وأن لا یرخص عندما یسیر للتیمم فیه".

اور جہاں تک حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور حضرت مولانا نوراللہ نعیمی بصیرپوری کے فتوی کا سوال ہے تو ان حضرات نے چلتی ٹرین کا الحاق چلتی کشتی کے ساتھ کیا ہے جیسا کہ ان کی عبارات سے ظاہر ہے، اور چلتی کشتی پر نماز کی صحت کے لئے استقرار علی الارض اور اتحاد مکان شرط نہیں اور نہ ہی یہ ممکن۔ لیکن عامۂ علماوفقہا نے چلتی ٹرین کو مَرکب بَرّی کے ساتھ لاحق کیا ہے جیسا کہ "التعلیق المجلی" میں ہے "فعامة علماء أمصارنا وأعصارنا علی إلحاقه بالبَرّی فأفسدوا الصلوة فیه عند جریانه ولم یجیزوا التیمم فیه عن عدم الماء والبعض جوزوا الصلوة لکونه کالبحری (الی ان قال) هذا کله عذر من قِبَلِ العباد لا عذر سماوی حتی یحل التیمم ویجوز الصلاة بخلاف تحت الفلک" حاشیہ مذکورہ سے ظاہر ہے کہ عام علماوفقہا نے چلتی ٹرین کو مَرکب بَرّی کے حکم میں رکھا ہے جس کی بنا پر صحت نماز کے لئے استقرار علی الارض اور اتحاد مکان شرط ہے اور یہ شرط اجماعی واتفاقی ہے، اس میں کسی کا

اختلاف نہیں، اسلئے ان فقہا نے اس اصل اجماعی پر تفریع کرتے ہوئے فرمایا کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی صحیح نہیں، چلتی ٹرین کا مُرکب بزی کے ساتھ الحاق کرنے والے علماء فقہا میں سے کسی نے یہ نہیں فرمایا کہ استقرار علی الارض اور اتحاد مکان کی شرطوں کے فقدان کی صورت میں بھی چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اعادہ کی حاجت نہیں، (الا یہ کہ عذر سماوی ہو) تو اصل اجماعی پر متفرع ہونے والا حکم بھی اجماعی واتفاقی ہوا، اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور مولانا نوراللہ نعیمی بصیر پوری کے اختلاف کو پیش کرنا غلط کہ جب دو مختلف بنیادوں پر حکم مختلف ہے تو ان کا اختلاف اس اتفاقی مسئلہ میں کیوں کر موثر؟۔

بتایا جائے کہ ریل کی ایجاد سے لے کر اب تک کسی عالم، فقیہ اور مفتی نے ٹرین کو مُرکب بزی کے ساتھ لاحق کرتے ہوئے یہ فتوی دیا کہ چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی درست ہے؟ یا کسی نے یہ فرمایا کہ عذر سماوی کے تحقق کے بغیر استقرار علی الارض اور اتحاد مکان کی شرطوں کے فقدان کے باوجود چلتی ٹرین پر نماز جائز ہے اعادہ کی حاجت نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہو تو ثبوت پیش کیا جائے، اور اگر جواب نفی میں ہو تو تسلیم کیا جائے کہ اصل اجماعی (کہ منع من جهة العباد تغییر حکم میں موثر نہیں) پر جو حکم متفرع ہو وہ بھی اجماعی ہے، کیا اب بھی نہ کھلا کہ جو حکم اجماع مسلمین کے موافق چلا آرہا تھا آپ کے فیصلے نے اسے بدل دیا، عذر من جهة العباد کی صورت میں چلتی ٹرین پر فرض وواجب کی ادائیگی کے جواز بلا اعادہ کا حکم دینا کیا اجماع مسلمین کے خلاف نہیں؟۔ مفہوم موافق چھوڑ کر اعلی حضرت کی عبارت کا بزعم خود مفہوم مخالف نکالنے سے منع من جهة العباد، منع سماوی ہو جائے گا؟ نہیں، ہرگز نہیں، تو ماننا ہوگا کہ اعلی حضرت قدس سرہ کے زمانہ میں جس بنیاد پر چلتی ٹرین میں فرض وواجب کی ادئیگی کے عدم جواز کا فتوی دیا گیا تھا وہ بنیاد اب بھی برقرار ہے لہذا اس زمانے میں بھی عدم جواز ہی کا حکم ہوگا اس کے برخلاف کوئی بھی فیصلہ اجماع کا رافع اور تصریحات اعلی حضرت کے مخالف ہوگا۔

پھر ادنی تامل سے یہ امر خود ظاہر ہے کہ آپ نے فیصلۂ مزعومہ کی بنیاد اعلی حضرت عظیم

البرکت کی عبارت پر رکھی، اسی سے بزعم خود استدلال کیا، جس سے قطعاواضح کہ مستدل کے نزدیک اعلی حضرت عظیم البرکت کا قول جسے عامۃ العلماء نے اختیار کیا راجح ومختار ہے اس کے برخلاف دوسرا قول جو مولانا عبدالحی صاحب ومولانا نوراللہ نعیمی چند علما کا ہے مستدل کے نزدیک بھی مرجوح ہے اور علما کی تصریح کے بموجب قول مرجوح کا اعتبار نہیں۔ لہذا اس پر فتوی دینا اور اس سے استناد جائز نہیں، علما اسے خرق اجماع بتاتے ہیں، چنانچہ یک زبان فرماتے ہیں: الفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع"۔

ایک طرف اعلی حضرت کی عبارت سے استدلال اور اسی پر فیصلہ کی تاسیس اور دوسری طرف عامۃ العلماء کے برخلاف بات بناتے والے چند علما کے اختلاف کو معرض بحث میں لانا عجیب خلط مبحث ہے، مستدل نے جب اعلی حضرت فاضل بریلوی کا قول اختیار کر لیا تو خود بخود اس نے دوسرے قول کا مرجوح ہونا تسلیم کرلیا۔ اب اس کی گنجائش ہی کب رہی کہ اسے معرض بحث میں ذکر کیا جائے۔

اختتام فیصلہ پر ایک سوال وجواب درج ہے جواب غلط ہے ہم صحیح جواب الفاظ فیصلہ میں قدرے تصرف کے ساتھ درج کرتے ہیں:

پہلے سوال اور ان کا غلط جواب پڑھ لیں پھر "اقول" کے تحت میرا صحیح جواب پڑھیں۔

قولہ: سوال: چلتی ٹرین پر کسی نے اول وقت یا درمیان وقت میں نماز پڑھ لی جب کہ اسے امید ہے کہ آخر وقت تک ٹرین رکے گی اور اسے زمین پر اتر کر یار کی ہوئی ٹرین پر نماز پڑھنے کا موقع مل جائے گا تو اس کی پڑھی ہوئی نماز ادا ہوئی یا نہیں؟

غلط جواب: ایسے شخص کی نماز صحیح ہے، اسے بعد میں دہرانے کی حاجت نہیں، کیوں کہ نماز کا وقت نماز کے لئے "ظرف" ہے۔ "معیار" نہیں، اور نماز کا سبب اس کے وقت کا وہ حصہ ہے جو نماز کی ادائیگی سے متصل ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں

میں اس کی صراحت موجود ہے تو اس نمازی نے سبب پائے جانے کے ساتھ نماز ادا کی اور چوں کہ عذر سماوی کی بنا پر بعض شرائط کے تکمیل سے قاصر تھا اس لئے اس کی نماز ہوگئی اور اعادہ کی حاجت نہیں کیوں کہ نمازی، نماز کے ارادہ اور آغاز ادا کی حالت کے اعتبار سے ہی شرائط وارکان کی ادائیگی کا مکلف ہوتا ہے اور اس نے اپنی موجودہ قدرت کے اعتبار سے نماز ادا کرلی ہے۔ البتہ اس کے لئے نماز کو آخری وقت تک موخر کرنا مستحب ہے۔ اس کی نظیر یہ مسئلہ ہے کہ مسافر کو جب آخری وقت تک پانی ملنے کا یقین یا ظن غالب ہو تو اس کے لئے تیمم کو آخری وقت تک موخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں لہذا اگر وہ آخری وقت کا انتظار کئے بغیر اس سے پہلے ہی تیمم کر کے نماز پڑھ لے تو نماز صحیح ہے۔ اور وقت کے اندر پانی مل جانے کے بعد اس کو وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں۔ رد المحتار میں ایسا ہی ایک دوسرا مسئلہ بھی ہے۔

(ملاحظہ ہو تنویر الابصار، درمختار، رد المحتار باب التیمم، ج:۱،ص:۳۷۰، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، باب الوتر والنوافل، ج:۲،ص:۴۹۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت طبع ثانی)

(متن فیصلہ مجلس شرعی مطبوعہ ماہنامہ اشرفیہ جولائی ۲۰۱۳ء)

اقول: صحیح جواب یہ ہے۔ فرض اور واجب حقیقی یا حکمی کی ادائیگی صحیح ہونے کے لئے زمین یا تابع زمین پر استقرار اور اتحاد مکان (تمام ارکان کی ایک جگہ ادائیگی) شرط ہے۔ مگر جب کوئی مانع درپیش ہو تو حکم بدل جاتا ہے۔

اگر یہ مانع یا عذر، سماوی ہے تو دونوں شرطوں کے فقدان کے باوجود فرض وواجب کی ادائیگی صحیح ہوگی اور بعد میں اس نماز کا اعادہ بھی نہیں۔ لیکن مانع اگر ایسا ہے جو کسی بندے کی جانب سے ہے اور وہ براہ راست یا بطور سبب قریب صحیح طریقے پر

ادائے نماز سے روک رہا ہے تو حکم یہ ہے کہ بحالت مانع جیسے ممکن ہو نماز پڑھ لے پھر بعد میں اس کا اعادہ کرے۔ چلتی ٹرین میں استقرار علی الارض کی شرط مفقود ہے۔ ہاں اگر ٹرین رکی ہوئی ہو تو وہ تخت کی طرح زمین پر مستقر ہے اور اس پر نماز صحیح ہے۔

هذا ماظهر لی والعلم بالحق عند الله تعالى وعلمه اعلى واتم والله اعلم بالصواب

قال بفمه وامر برقمه

فقير: محمد اختر رضاخان قادری ازهری غفر له

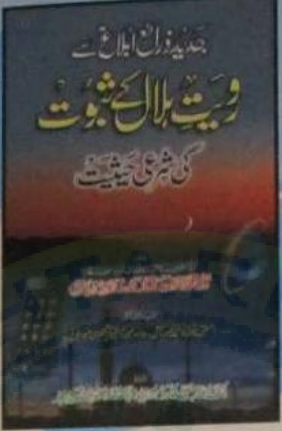

جدید ذرائع ابلاغ سے رویت ہلال کے ثبوت کی شرعی حیثیت

مصنف: تاج الشریعہ، قاضی القضاۃ فی الھند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری بریلی شریف

ترتیب و تقدیم: مفتی شمشاد احمد مصباحی جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی

اس کتاب میں حضور تاج الشریعہ نے دلائل و براہین کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا ہے کہ موبائل فیکس، ای-میل وغیرہ جدید ذرائع سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔

متعدد موبائل، فیکس، ای-میل سے موصول ہونے والی خبر، شرعاً خبر مستفیض نہیں۔ اور اعلان رویت کے حدود میں توسیع کے رد میں بھی زبردست محققانہ کلام کیا گیا ہے۔ پوری کتاب تحقیق انیق سے لبریز اور دلائل و براہین سے مزین ہے، جگہ جگہ مخالفین کے شبہات کا ازالہ بھی کر دیا گیا ہے۔

درج ذیل ویب سائٹ سے زیرِ نظر کتاب کے علاوہ تاج الشریعہ کی دیگر کتابیں بھی ڈاؤن لوڈ (DOWNLOAD) کر سکتے ہیں۔

www.hazrat.org
www.aalaahazrat.com